امیر الہند رابع

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ

اور ان کی

حیات وخدمات

مرتب:
محمد ابرار القاسمی بدرکھاوی، ضلع ہاپوڑ، یوپی، الہند
خادم درس وتدریس: جامعہ عربیہ امداد الاسلام کمال پور بلند شہر یوپی

زیر اہتمام:
(ماسٹر) محمد منصور صاحب (M.A,B.Ed.)

برصغیر میں دینی، ملی، قومی، ملکی اور اصلاحی خدمات کے حوالے سے جن ممتاز اور نامور شخصیات کو تاریخ میں یاد رکھا جائے گا ان میں عالم اسلام کے عظیم رہنما، امیر الہند، دارالعلوم کے معاون مہتمم حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب نور اللہ مرقدہ صدر جمعیۃ علماء ہند کی ذات گرامی بھی شامل ہے۔ جن کا مختصر سوانحی خاکہ درج ذیل ہے۔

خاندان اور ولادت

آپ کا تعلق سادات خاندان سے تھا، آپ کے والد ضلع مظفر نگر کے مشہور و معروف قصبہ منصور پور کے معزز، متمول اور زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی گھرانے میں 12 اگست 1944 کو آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کا خاندانی نام سید محمد عثمان اور والد کا نام نواب سید محمد عیسی ہے۔

تعلیم اور فراغت

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے وطن مالوف ہی میں حاصل کی۔ حفظ کلام اللہ والد (مرحوم) کے پاس کیا، پھر آپ کا تعلیمی سلسلہ از فارسی تا دورۂ حدیث شریف و دیگر علوم مادر علمی دارالعلوم میں جاری رہا، اور ہمیشہ امتیازی نمبرات سے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف میں اول پوزیشن

1965 میں دورۂ حدیث میں داخل ہوئے۔ تکرار و مطالعہ کو اپنا خاص مشغلہ بنایا، ضیاع اوقات سے اجتناب کیا اسباق کی پابندی اور حد درجہ محنت کی، اساتذہ کی بھی خاص توجہ رہی یہاں تک کہ دورۂ حدیث شریف کے امتحان میں اول پوزیشن سے کامیاب ہوئے، کتب احادیث میں حاصل کردہ نمبرات درج ذیل ہیں۔

بخاری شریف	مسلم شریف	ترمذی شریف	ابوداؤد شریف	نسائی شریف
۵۰	۴۵	۴۵	۵۰	۴۵
ابن ماجہ شریف	طحاوی شریف	موطا امام مالک	موطا امام محمد	شمائل ترمذی
۴۵	۴۳	۴۵	۴۵	۵۰

تجوید قرأت اور عربی ادب

حضرت نے تجوید و قرأت مایہ ناز استاذ، شیخ القراء حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے پڑھی، آپ کا شمار خوش الحان قراء میں ہوتا تھا۔ لحن داؤدی کا کچھ حصہ آپ کو ملا تھا، آپ یمنی اور اشعری لہجہ میں تلاوت فرماتے تھے۔ جو آپ کی

تلاوت سنتا اس کی طبیعت خوش ہوجاتی تھی۔عربی ادب میں آپ کے استاذ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ تھے۔استاذ محترم نے زمانۂ طالبعلمی میں آپ کو''النادی الادبی'' کا قاضی بھی مقرر کررکھا تھا۔طلبہ میں جو نزاع پیدا ہوتا اس کا فیصلہ آپ ہی کے ذمہ تھا۔

آپ کی شخصیت اور حلیہ

آپ حسن و جمال کا پیکر تھے،کھلتا ہو چمکدار چہرہ،کشادہ پیشانی،ہونٹوں پر مسکراہٹ،معتدل قد وقامت،درمیانہ جسم و جثہ،ہلکی گنجان ڈاڑھی،آنکھوں پر چشمہ،ہاتھ میں عصا،نیچی نگاہ،زبان پر ذکر،عالمانہ شان،بارعب ہیئت،اخلاق میں نرمی،گفتار میں شیرینی،کردار میں پاکیزگی،تواضع وانکساری میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔

اساتذۂ کرام

یوں تو حضرت کے اساتذۂ کرام کی فہرست بڑی طویل ہے۔لیکن چند ہستیوں کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جن میں سرفہرست آپ کے والد محترم حضرت نواب سید محمد عیسیٰؒ ہیں،جن کے پاس آپ نے حفظ مکمل کیا،عربی ادب کے مایہ ناز استاذ،ادیب واریب حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ تجوید وقرأت میں آپ نے شیخ القراء قاری حفظ الرحمٰن صاحب کے سامنے زانوئے تلمذتہ کئے۔آپ کو خطیب اسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند سے پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہے۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد آپ نے تدریسی سفر کا آغام صوبہ بہار کے مشہور ومعروف ادارہ جامعہ قاسمیہ ضلع گیا،صوبہ بہار سے کیا،اور وہاں یکسوئی اور پوری لگن کے ساتھ تقریبا پانچ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔جن میں تشنگان علوم نبوت آپ سے مستفیض ہوتے رہے،اور اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔پھر آپ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ،یوپی تشریف لائے،اور وہاں طالبان علوم نبوت کو علم سے آراستہ کیا،گیارہ برس کا ایک طویل عرصہ وہاں گزرا،جس میں مختلف فنون کی مختلف کتابیں آپ کے زیر درس رہیں،حدیث،فقہ،وغیرہ اور آپ نے بڑی کامیابی اور مقبولیت کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔

دارالعلوم دیوبند میں تقرر

ملت اسلامہ کا سب سے عظیم سرمایہ''دارالعلوم دیوبند'' جو بےنظیر شاہ راہ ترقی پر گامزن ہے،اور جس کا تعلیمی معیار اور مستحکم شورائی نظام قابل رشک ہے۔1982 میں آپ اس عظیم ادارہ سے وابسطہ ہوئے۔حدیث،فقہ،اصول فقہ اور دیگر

علوم وفنون کی معرکۃ الآراء کتب آپ سے متعلق رہیں۔ بڑی مقبولیت اور کامیابی کے ساتھ آپ نے یہ تدریسی سلسلہ آگے بڑھایا، طلبہ کے درمیان آپ انتہائی مقبول تھے۔

انداز درس

آپ کا درس حشو وزوائد، اور غیر ضروری چیزوں سے پاک تھا۔ ایسی طوالت نہ تھی جو اکتا دے۔ نہ ایسا اختصار تھا جو سمجھنے میں خلل انداز ہو بلکہ انتہائی سنجیدہ اور درمیانہ کلام فرماتے جو طلبہ کے دل ودماغ میں پیوست ہو جاتا، زبان صاف ستھری اور ترجمہ انتہائی آسان اور شستہ ہوتا تھا۔

درس مشکوٰۃ شریف

آپ کو مشکوٰۃ کے درس سے انتہائی درجہ کی دلچسپی تھی، پابندی کا یہ حال تھا کہ اگر سفر سے واپسی ہوتی، اور گھنٹہ کا وقت ہو جاتا، تو آپ فوراً آرام کئے بغیر درسگاہ میں تشریف لے آتے۔ اگر کسی دن ضروری کام کی وجہ سے سفر ہوتا تو دوسرے کسی وقت میں درس دیدیتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف کے درس کا نرالا انداز تھا، کوشش یہ رہتی تھی کہ حدیث کی تشریح میں اولاً حدیث پیش کی جائے، اسی وجہ سے آپ کو پوری بحث پر عبور ہوتا تھا، اور فرماتے تھے اس روایت کی وضاحت فلاں صفحہ کی فلاں روایت میں ہے۔ اور اس کو پیش بھی فرماتے اختلافی مسائل میں سیر حاصل بحث فرماتے، جلد بازی سے کام نہ لیتے تھے۔ سکون اور بڑے ہی اطمینان سے بحث کو حل کرنا آپ کا وصف خاص تھا۔

انداز درس حدیث

آپ کا درس حدیث اکابرین کے طرز پر محققانہ اور مدبرانہ ہوتا تھا جس سے پورے ذخیرۂ احادیث پر غور کرنے، استخراج نتائج اور استنباط مسائل کی صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی، متعارض احادیث کی ایسی تشریح فرماتے تھے جس سے جمع وتطبیق کی راہ نکل آتی، ہر حدیث کا ایک محمل نکل کر سامنے آجاتا، درمیان سے اعتراضات بالکل ختم ہو جاتی تھی، کج رائی اور غلط فہمی سے طالب علم بچ جاتا اور سلامتی کی راہ پالیتا تھا۔

اسالیب الانشاء کا درس

عربی ادب کی مایہ ناز کتاب ''اسالیب الانشاء'' آپ کے زیر درس تھی، بڑی مہارت اور مستعدی سے پڑھاتے تھے۔ نحو وصرف کا اجراء، طالب علم کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کے لئے سبق کو زبانی سننا، اور عربی تحریر کی بتدریج صلاحیت پیدا کرنا، ان تینوں امور کو مدنظر رکھتے تھے۔ پہلے زبانی تمرینات کراتے تھے۔ پھر تحریری تمرینات کا حکم فرماتے، اور ہر سبق کی تمرین اپنے پاس محفوظ رکھتے۔ انہیں چیک فرما کر واپس طلبہ کو سپرد کرتے تھے۔ نحو کے بنیادی قواعد اور ان کی تمرنیات،

آسان اور عام فہم انداز میں طالبعلم کے ذہن نشین کرا دیتے۔

نیابت اہتمام دار العلوم دیوبند

درس وتدریس کی مشغولیات کے ساتھ ساتھ 1997 میں مجلس شوریٰ کی اتفاق رائے سے آپ دار العلوم دیوبند کے نائب مہتمم نامزد ہوئے۔ یہ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ کا زمانۂ اہتمام تھا، بڑی فہم وفراست اور کامیابی کے ساتھ آپ نے یہ خدمت انجام دی۔ یہ سلسلہ 2008 تک چلتا رہا، پھر جمعیۃ علماء ہند کا تنازعہ سامنے آیا تو دار العلوم کی مجلس عاملہ کے فیصلہ کی وجہ سے حضرت قاری صاحبؒ اپنے اس عہدہ سے سبکدوش ہو گئے۔

نظامت شعبہ تحفظ ختم نبوت

۱۱؍اکتوبر 1986 میں عالمی اجلاس ''تحفظ ختم نبوت'' کا انعقاد کیا گیا۔ جس کا منشا عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت اور اس کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور پروپیگنڈوں کو بے نقاب کرنا اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی تھا۔ مجلس نے آپ کو اس شعبہ کا ناظم مقرر کیا اور تاحیات اس عہدہ پر فائز رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے مؤثر اقدامات اٹھائے تحریری شکل میں بھی اور تقریری شکل میں بھی۔

''محاضرات ردقادیانت'' کی تالیف

صادق ومصدوق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشن گوئی کے مطابق آپ ہی کی حیاب مبارکہ میں جھوٹے مدعیانِ نبوت نے سرابھارنا شروع کر دیا تھا۔ مگر وہ سب اپنے کیفر کردار کو پہنچتے رہے۔ ان کا انجام عبرتناک ہوا، مرزا غلام احمد قادیانی نے اولاً اپنے آپ کو خادم اور مبلغ اسلام کی شکل میں ظاہر کیا، پھر اپنے کو ملہم اور مامور من اللہ بتایا۔ پھر مجدد ہونے کا اظہار کیا، آگے بڑھ کر مہدی، مثیل مسیح و مسیح ہونے کا دعوی کیا۔ مزید ترقی کر کے ظلی و بروزی نبوت کا پروپیگنڈہ کرنے لگا، آخر کار صاحب شریعت نبی ہونے کا اعلان کر کے اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی کہنے لگا، گویا اپنے اوپر ایمان کو مدار نجات قرار دیا۔ جبکہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ مدار نجات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ اس جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کی حقیقت کو آشکارا کرنے اور امت کو ارتداد سے بچانے کے لئے حضرت قاری صاحبؒ نے دلائل و براہن کو سامنے رکھتے ہوئے تحریری شکل میں ردقادیانیت پر محاضرات پیش کئے۔ یہ پانچ رسالے ہیں۔

دار العلوم کی دیگر پانچ ذمہ داریاں

حضرت قاری صاحبؒ کی شرافت نفس، ان کی سوجھ بوجھ، ان کی اصول پسندی اور ان کی معاملہ فہمی نے ان کو نمایاں کیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ نے دار العلوم کے مختلف شعبہ جات میں مختلف خدمات انجام دیں، آپ ناظم مطبخ رہے اور اس

ذمہ داری کو اتنی امانتداری اور دیانتداری کے ساتھ انجام دیا کہ آج تک آپ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ناظم دارالاقامہ اور ناظم تعلیمات کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ اسی طرح ''النادی الادبی'' کے سرپرست اعلی رہے اور مدنی دارالمطالعہ کی سرپرستی بھی فرمائی۔ ''النادی'' کے تمام پروگراموں میں بڑی دلچسپی سے شرکت فرماتے تھے۔

معاون مہتمم کی حیثیت سے

نیابت اہتمام سے 2008 میں آپ سبکدوش ہوگئے تھے۔ صفر ۱۴۴۲ھ کی شوری میں معاون مہتمم کے عہدہ کو بحال کیا گیا اور حضرت مہتمم صاحب مفتی ابوالقاسم مدظلہ العالی کے مطالبہ پر حضرت قاری صاحب کو یہ عہدہ سپرد کیا گیا۔ کیوں کہ آپ کو طویل تجربہ تھا، اگلے ہی دن سے آپ نے اس پر عمل درآمد شروع کیا، اور دفتر میں آکر وقت مقررہ پر اس طرح بیٹھے جیسے درمیان میں کوئی انقطاع رہا ہی نہ ہو، ملازمین کے حاضری رجسٹر منگوائے، تحقیقات کیں، ملازمین میں کھلبلی سی مچ گئی، سارا عملہ مستعد اور اٹینشن ہوگیا، نئے نئے کام کئے۔

زمانۂ لاک ڈاؤن میں آپ کی خدمات

لاک ڈاؤن کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ چونکہ منقطع ہوگیا تھا، حضرت قاری صاحبؒ اور حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی مدظلہ العالی نے یہ تجویز پیش کی کہ اساتذۂ کرام سے کچھ علمی خدمات لینی چاہئے۔ دفتر اہتمام میں اساتذۂ کرام کی میٹنگ بلائی گئی، اور تین کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

۱۔ اصلاح معاشرہ کمیٹی اور طریقہ کار

اصلاح معاشرہ کے نام سے ایک کمیٹی بنائی گئی حضرت قاری صاحب خود اس کے سرپرست بنے اور عملہ کو متحرک کیا۔ اولاً دیوبند کی ۱۲۰ مساجد کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے متولیان سے مہمان خانہ میں میٹنگ کی انہیں پروگرام کے مقاصد سے آگاہ کیا اور ہر جگہ کیلئے اساتذہ کو مقرر کیا۔ پھر یہ سلسلہ آگے بڑھا۔

اصلاح معاشرہ کمیٹی کے مقاصد

مساجد میں جا جا کر بھولے بسروں کو یاد دہانی، معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح، درس قرآن کی مجلسوں کا انعقاد، تصحیح قرآن کی محفلیں لگانا، درس حدیث، مسائل کو بیان کرنا وغیرہ ان کے اہم مقاصد تھے۔

۲۔ تحقیق وتالیف کمیٹی

تحقیق وتالیف کے لئے ایک کمیٹی وجود میں آئی اس کی سرپرستی بھی حضرت نے خود فرمائی، بڑی دلچسپی کے ساتھ اس کام کو شروع کیا۔ اس میں جتنا کام ہوتا اس کا جائزہ لیا جاتا، جو کام مکمل ہوتا اس کو نظر ثانی کے لئے دوسرے استاد کے

حوالے کیا جاتا ہر چیز کو بغور دیکھتے پھر فیصلہ کرتے تھے۔

تحقیق وتالیف کمیٹی کے مقاصد

اساتذہ کرام سے دینی واصلاحی عنوانات پر نئی کتابیں مرتب کرانا اکابرین کی قدیم تصنیفات جو ناپید ہوگئیں ہیں ان کو نئے زمانہ کے اعتبار سے آسان کرکے شائع کرانا وغیرہ۔

۳۔ کتب خانہ کی ترتیب نو کمیٹی

اس کا مقصد کتب خانہ کی ترتیب نو تھی کہ کتابوں کو سلیقہ سے ترتیب دی جائے، پرانے رجسٹر جن میں بے ترتیب، خلط ملط وغیرہ کتابیں درج ہیں، انہیں بالترتیب درج کیا جائے۔ درسی کو غیر درسی سے ممتاز کرکے الگ الگ رجسٹروں میں چڑھایا جائے۔ یہ تمام کام حضرت قاری صاحبؒ کی ذہنی کاشت ہیں۔ اس کے علاوہ دارالعلوم کی طرف سے جو مکاتب قائم ہیں شہر یا اطراف شہر میں ان کی دیکھ ریکھ، ان میں مدرسین رکھنا یہ بیڑا آپ نے ہی اٹھا رکھا تھا۔

جمعیۃ علماء ہند سے وابستگی

جمعیۃ علماء ہند سے وابستگی اور تعلق آپ کو ورثہ میں ملی تھی، عملی طور پر ۱۹۷۹ء میں ملک وملت بچاؤ تحریک کے ایک جتھے کی قیادت کی، اپنی گرفتاری دیکر احتجاج درج کیا اور دس دن تک تہاڑ جیل میں رہے۔ اس کے علاوہ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ میں بحیثیت رکن، مدعو خصوصی شریک ہوکر اپنی قیمتی آراء اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے ۱۹۹۰ء سے آپ جمعیۃ علماء کی مجلس عاملہ کے خصوصی رکن رہے۔

جمعیۃ علماء ہند کی صدارت

۲۰۰۸ء میں مجلس منتظمہ نے آپ کو جمعیۃ علماء ہند کا صدر منتخب کیا یہ دور جمعیۃ اور اراکین جمعیۃ کے لئے بڑا نازک تھا، اس میں ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جو جماعت کے شیرازہ بندی کا محافظ، صائب الرائے، مدبر، متقی باا ثر اور دوررس ہو، آپ کے اندر یہ تمام صفات موجود تھیں اس کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر رائے کی پختگی اور لاجواب قوت فیصلہ قدرت نے ودیعت رکھی تھی جو ایک اعلی ذمہ دار کے اندر ہونی چاہئے۔ جمعیۃ کو اس کا اہل حضرت قاری صاحبؒ کی شکل میں عطا فرمایا گیا۔

قائدانہ اور سربراہانہ صفات

ایک سربراہ کے اندر پانچ صفات لازم ہیں: (۱) امانت داری تاکہ عوام وخواص پر اعتماد رہے۔ (۲) دیانت داری (۳) انکساری (۴) وسعت ظرفی، تاکہ ماتحت لوگ اپنے قائد اور سربراہ سے خوش رہیں، جاں نثاری کرتے رہیں۔ (۵) انصاف پسندی۔

یہ پانچوں صفات ایک قائداور مقتدیٰ کو ہردلعزیز بنادیتی ہیں،حضرت قاری صاحب نہ صرف یہ کہ ان صفات کے حامل تھے بلکہ بدرجۂ اتم آپ کے اندر موجود تھیں۔تواضع وانکساری تواس درجہ کی تھی کہ جوآپ سے ملتا آپ کا ہوکررہ جاتا۔

جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے آپ کی خدمات

جمعیت کے پلیٹ فارم سے آپ کی خدمات بےشماررہیں۔فدائے ملت کے وصال کے بعد تنظیم کی اصل پالیسی اورروایات کے مطابق آپ نے مشن اورکاموں کوآگے بڑھایا دہشت گردی کے خلاف ملک گیرسطح پرتحریکیں چلائیں اور اسلام کے پیغام امن کی ترویج واشاعت کے لئے دہلی اوردیوبند میں عالمی سطح کی ''امن عالم کانفرنس'' منعقدکرائی گئیں۔

اتحاد کیلئے جدوجہد

آپ سبھی طبقوں کے درمیان ہم آہنگی، بھائی چارگی اوراخوت ومحبت بڑھانا چاہتے تھےاس کے لئے بیحدکوشاں تھے۔چنانچہ ۲۰۱۱ء میں انسدادفرقہ وارانہ فسادبل اورمسلم اقلیت کوریزرویشن دلانے کیلئے ملک وملت بچاؤتحریک چلائی جسکی قیادت لکھنؤ میں آپ نے خودفرمائی۔

اجمیر میں اجلاس اوراتحاد کی کوششیں

اختلافات کوختم کرنے،دوری کوقربت سے بدلنےاوراتحادواتفاق کی راہ ہموارکرنے کے لئے ۲۰۱۶ء کواجمیرشریف میں جمعیۃ علماء ہند کا ۳۳واں اجلاس منعقدکرایا جس کا مقصد دو مسلم طبقوں کوجوڑنے کی کوشش تھی۔ہوابھی یہی کہ دونوں طبقے آپس میں ایک ساتھ سرجوڑکوبیٹھےاوراتحادکا ثبوت دیا۔

امن مارچ وملی خدمات

۲۰۱۷ء میں امن وامان کی بقااورتحفظ کیلئے ایک ہزارشہروں میں ایک ساتھ امن مارچ نکالا گیا، نیز دلت مسلم اتحاد کیلئے تحریکیں چلائیں گئیں،آپ کی قیادت میں جمعیت نے دلی فسادمتاثرین اوراس سے قبل، بہار،کشمیرسیلاب زدگان اور مظفرنگراورآسام فسادزدگان کی بازآبادکاری کا بڑا کارنامہ انجام دیا۔اسی طرح ۲۰۱۹ء میں اجلاس منتظمہ نے آپ کی صدارت میں ہندومسلم کےدرمیان فرقہ وارانہ ہم آہنگی کیلئے ''سدبھاؤمنچ'' قائم کیا۔

امیرالہند کا منصب جلیل

ملت اسلامہ کی شیرازہ بندی کیلئے امارت شرعیہ کا قیام ہندوستانی مسلمانوں کی دیرینہ آرزواورعلماءکرام کی جدوجہد کی تاریخ کا روشن باب ہے۔اس کا آغازانگریزی دورحکومت میں ۲۰رفروری ۱۹۱۹ء سے ہوگیا تھا۔جمعیۃ علماء ہند نے

اپنے قیام کے روز اول سے کل ہند طریقہ پر امارت شرعیہ کے قیام کی جانب بھرپور توجہ مبذول رکھی اور مختلف مواقع پر اس کیلئے کسی نہ کسی حد تک جدوجہد جاری رہی، چنانچہ صوبہ بہار میں جمعیۃ علماء ہند کی دعوت پر ۲ نومبر ۱۹۸۶ء میں مدنی ہال بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی میں علماء کرام مفتیان عظام اور دانشوران ملک وملت کا ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا جس میں پورے ملک کے چودہ صوبوں سے تین ہزار سے زائد افراد شریک تھے اور باتفاق رائے امارت شرعیہ ہند کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے اولین امیر الہند محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نور اللہ مرقدہ اور نائب امیر الہند حضرت فدائے ملتؒ کو منتخب کیا گیا، پھر امیر الہند کے ہاتھ پر حاضرین نے بیعت فرمائی اور شرعی امور میں سمع وطاعت پر عہد کیا۔

امیر الہند رابع سید قاری محمد عثمان صاحبؒ

اولین امیر الہند محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ "امیر الہند ثانی" محدث کبیرؒ کے وصال کے بعد ۹ رمئی ۱۹۹۲ء کے عظیم الشان اجتماع میں حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنیؒ کو منتخب کیا گیا۔ امیر الہند ثالث حضرت فدائے ملت کے بعد حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب منتخب ہوئے۔ جبکہ "امیر الہند رابع" کا لقب حضرت قاری سید محمد عثمان صاحب نور اللہ مرقدہ کو ملا۔ ۲۰۱۰ء میں حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کا انتقال ہوا۔ مہتمم صاحب کے وصال کے بعد آپ کو متفقہ طور پر امیر الہند منتخب کیا گیا۔ آپ نے ہندوستان کی ملت اسلامیہ کی قیادت وامارت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔

بیعت وارشاد

سلوک ومعرفت میں شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اولاً بیعت فرمائی۔ حضرت شیخ اس میدان کے نابغۂ روزگار تھے۔ علماء کا ایک بڑا طبقہ ان سے بیعت کرکے ان کے درس عقیدت سے وابستہ تھا، حضرت قاری صاحب نے بھی ان سے سلوک وطریقت اور تزکیہ باطن کی تعلیم حاصل کی۔ پھر شیخ نے آپ کو حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہ کے حوالے فرمادیا۔ چنانچہ حضرت فدائے ملت کی خدمت میں رہ کر آپ نے سلوک ومعرفت کے منازل طے کئے اور بیعت وارشاد کے اسباق کی تکمیل فرمائی اور حضرت ہی نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

بیعت کا اثر

بیعت کا آپ کی ذات پر یہ اثر ہوا کہ آپ کے ظاہر سے زیادہ باطن روشن ہوگیا مادح اور ذام آپ کی نگاہ میں برابر ہوگئے۔ آپ کا نفس طاہر، مطہر اور مزکی ہوگیا۔ بے اعتدالی، افراط وتفریط سے بچ کر حدود شریعت کی پاسداری کی اپنے اکابر ومشائخ کے طرز پر نہایت سنجیدہ اور معتدل زندگی بسر کی۔

مصلحِ اُمت

حضرت والا نے اپنی زندگی کا اصل مقصد حفاظت دین اور اشاعت اسلام کو بنا رکھا تھا آپ کا اکثر وقت درس و تدریس میں گزرتا جو خارجی وقت ہوتا اس کا بڑا حصہ دینی واصلاحی پروگراموں یا مدارس اسلامیہ کے سالانہ جلسوں پر مشتمل تھا۔ملی اور دینی اسفار کی کثرت میں آپ اپنے ہم عصروں میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔اسفار میں وعدوں کی پاسداری کا خاص خیال کرتے تھے۔

امن وامان کے نگہبان

آپ اس ملک میں کسی طرح کی بھی تخریبی کارروائی کے شدید مخالف تھے۔امن وامان کو جن لوگوں سے خطرات تھے ان کی کھلی مذمت کرتے تھے۔دہشت گردی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا،اسکے خلاف کانفرسیں کیں،احتجاجات درج کرائے لوگوں کو اخوت ومحبت اور بھائی چارگی کا درس دیا۔نفرتوں کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

فتنوں کا مقابلہ

فتنوں کو فرو کرنے کے لئے ممکنہ حد تک اسباب و وسائل اور تدبیریں اختیار فرمائیں،افراد تیار کئے ان کی ذہن سازیاں کیں،باطل عقائد ونظریات سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔دین میں مداہنت کو برداشت نہیں کیا۔آپ نے فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کی،ہزاروں افراد کو ارتداد اور گمراہی سے بچالیا۔وہ یقیناً آپ کیلئے صدقہ جاریہ اور رفع درجات کا ذریعہ ہے۔

ذوق مطالعہ اور کتب بینی

چونکہ مطالعہ سے روحانی اور علمی بقا ہے۔فکر وشعور میں تازگی،ذہنوں میں شادابی،عزائم میں پختگی پیدا ہوتی ہے، اس لئے حضرت مطالعہ کے شوقین تھے۔رات کا بڑا حصہ مطالعہ میں گزرتا،عشاء کے فوراً بعد آرام فرمانے کا معمول تھا اور صبح سویرے بیدار ہوکر نوافل وغیرہ سے فراغت کے بعد کتب بینی کو مشغلہ بناتے تھے۔دوپہر ہو یا شام کوئی بھی وقت ہو آپ کو مطالعہ محبوب تھا۔

سیاحت کا جنہیں ہے شوق پھرتے ہیں وہ شہروں میں
کتب بینی ہے سیر اپنی کتابیں ہیں چمن اپنا

بے مثال مجاہدہ

آپ فطری جفاکش اور محنتی تھے۔کاموں کی کثرت اور ذمہ داریوں کی بھیڑ سے آپ گھبراتے نہیں تھے ایک ایک

دن میں کئی کئی پروگراموں میں شرکت فرماتے۔رات میں سفر ہوتا،صبح تک سفر میں رہتے اور گھنٹہ میں وقت مقررہ پر تشریف لے جاتے پوری بشاشت اور مستعدی کے ساتھ درس دیتے۔کبھی گھنٹے کے وقت سفر سے واپسی ہوتی سیدھے درسگاہ چلے آتے آرام کا خیال کئے بغیر بارہا ایسا بھی دیکھا سفر سے واپسی ہوئی سبق پڑھایا پھر سفر پر روانہ ہوگئے۔اس طریقہ سے مجاہدہ اور جفاکشی ہر کس وناکس برداشت نہیں کرسکتا۔

ذمہ دارانہ احساس

آپ نے احساس ذمہ داری اور بیدار ذہنی کے ساتھ امور مفوضہ بحسن وخوبی انجام دئے۔معمولی معمولی باتوں کی خبرگیری، چھوٹے چھوٹے کاموں پر بھی نظر ایک عام بات تھی۔خواہ درس وتدریس کا معاملہ ہو یا جمعیۃ کی نگرانی، یا دارالعلوم کی دیکھ ریکھ کا،کوتاہی اور بے احتیاطی کو نظر انداز کرنے کا سوال ہی نہ تھا۔وہ خود کو بھی ہر طرح کی کوتاہی سے دور رکھنے کی سعی کرتے اور اپنے ماتحتوں کو بھی اسی طرح کی احساس ذمہ داری سے کام کرنے کی تلقین کرتے تھے۔احقر کو متعدد مرتبہ خدمت میں حاضر ہونے اور آپ کی طرز زندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا، ہمیشہ یہ وصف نمایاں پایا۔

صبر وتحمل

آپ کی زندگی کی نمایاں خوبی آپ کا صبر وتحمل ہے، جو آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔مختلف مواقع پر اس کا مظاہرہ ہوتا تھا، تقسیم جمعیۃ کے بعد جمعیت کے نظم کو سنبھالنے کے وقت کشیدہ حالات پیدا ہوئے۔متعدد لوگوں کی طرف سے ناگوار باتیں سامنے آئیں،کردارکشی،الزام تراشی اور بہتان پر مشتمل جملے منظر عام پر آئے۔آپ نے کسی ردعمل کے بجائے صرف صبر وتحمل سے کام لیا۔نامناسب رویہ اختیار کرنے والوں کے سامنے صبر وتحمل کا دامن تھامے رکھا۔

عزم وپختگی

قوم وملت اور تنظیم کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر اگر کوئی فیصلہ لے لیا گیا تو موصوف اس پر سختی سے جم جایا کرتے تھے۔ ہرگز ایک انچ پیچھے نہیں ہٹا کرتے تھے،خواہ کتنی مخالفتیں مول لینی پڑیں، کتنی ہی ناروا باتیں سننی پڑیں، ان کے موقف میں کوئی نرمی اور رائے میں کوئی کمزوری دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔اداروں اور تنظیموں سے وابستہ ارباب حل وعقد کے لئے یہ صفت نہایت اہمیت کی حامل ہے اس سے ادارے اور تنظیم کا وقار بحال ہوتا ہے۔اسکی عظمت بڑھتی ہے اور کارکنان و اساتذہ میں فعالیت پیدا ہوتی ہے۔

انابت ورجوع الی اللہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا یہ خاص وصف بھی آپ کو بطور وراثت ملا تھا اور آپ کی زندگی میں اس کا

خوب مشاہدہ تھا۔ یہی وہ خاص وصف تھا جس کی بدولت آپ کو مفوضہ امور میں ترقی ملی، جب کوئی ناگوار خاطر بات یا واقعہ پیش آتا تو یہ مرد باصفا اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا اس خدارسیدہ بزرگ عالم دین کی زیرنگرانی قومی، ملی اور تعمیری اضافہ روز افزوں ہوتا رہا۔

جان کر منجملہ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانے مجھے

ایثار وقربانی

یہ گزر چکا کہ آپ ایک رئیس، متمول اور زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، مگر جب درس و تدریس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تو ایک معمولی آدمی کی طرح مسجد چھتہ کے داہنی جانب، خلوت گاہ حضرت نانوتویؒ کے بالائی حصہ کو اپنی رہائش گاہ منتخب کیا اور تاحیات اسی میں رہائش پذیر رہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے آرام دہ اسباب سے خالی تھی۔

نماز باجماعت کا اہتمام

حضرت الاستاذ نماز باجماعت کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے، سفر ہو یا حضر، نماز کی پابندی اور جماعت کا اہتمام فرماتے۔ احقر کا متعدد مرتبہ حضرت کے ساتھ اپنے علاقہ (بدرکھہ، گڑھ، ہاپوڑ) وغیرہ کا سفر ہوا، جب بھی نماز کا وقت ہوتا آپ ڈرائیور کو متنبہ کرتے کہ فلاں جگہ مسجد ہے وہاں نماز پڑھنی ہے۔ اگر جماعت مل جاتی تو شرکت فرما لیتے ورنہ خود جماعت کرتے اور امامت کے فرائض بھی آپ خود ہی انجام دیتے تھے۔ بارہا میرٹھ سے گڑھ کی طرف آتے ہوئے شاہجہاں پور، کٹھور میں عشاء اور مغرب کی نماز ادا کی، گڑھ چوپلہ پر بھی نماز ادا کی۔

نرم خوئی اور حسن اخلاق

حضرت کی نرم خوئی اور حسن اخلاق کے چرچے طلبہ میں ہی نہیں بلکہ عوام میں بھی تھے، جو آپ سے ملاقات کرتا اپنے اندر ایک عجیب خوشی محسوس کرتا، ملنے والا اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھتا۔ دوبارہ ملاقات کا متمنی ہو جاتا، آپ کی مسکراہٹ، چہرہ کا نور، سنجیدہ گفتگو، شیریں کلام سامنے والے کے دل و دماغ کو موہ لیتا۔ مہمان پر آپ کی شخصیت کا رعب پڑتا تھا لیکن آپ اپنے اخلاق سے یہ تصور دلاتے کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس بیٹھا ہے جس سے پرانی ملاقات ہے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھ کر ''خدا'' یاد آجاتا تھا۔

تواضع وانکساری

معاف کرنا درگزر کرنا تواضع وانکساری انسانی بلندی کا اعلیٰ معیار ہے۔ اس کی سرمدی مہک سے روح معطر ہوتی

ہے۔متواضع انسان ہر دل عزیز اور پیارا ہوتا ہے۔ بلندی کے مدارج طے کرتا ہے حدیث میں ہے جو اللہ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندیوں سے نوازتا ہے۔

حضرت کے اندر تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، بڑکپن آپ کی زندگی سے بہت دور تھا ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی حقیر نہ سمجھتے تھے، طلبہ کو خود بھی ''لفظ مولوی'' کہہ کر پکارتے تھے اگر کوئی طالبعلم یہ کہہ دیتا کہ درسگاہ میں ''بچے'' نہیں ہیں تو تنبیہ فرماتے کہ ''بچے نہیں'' ساتھی کہا کرو، یا طلبہ۔

تواضع کے چند واقعات

راقم الحروف کا حضرت کے ساتھ متعدد مرتبہ سفر میں جانا ہوا آپ کی سادگی اور تواضع کا بارہا مشاہدہ کیا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ قصبہ بوڑھانہ کے پاس ایک گاؤں میں تشریف لے گئے ایک شخص نے آپ کو مدعو کیا۔ آپ اس کے گھر حاضر ہو گئے گرمی کا موسم لائٹ کا کوئی انتظام نہیں، بیٹھا کر چلا گیا، پندرہ منٹ تک غائب رہا، جب آیا تو آپنے جانے کی اجازت مانگی، اسنے ناشتہ کی پیشکش کی، آپ نے قبول فرمایا، لیکن وقت کافی گزر گیا، آپ نے پھر اجازت مانگی۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ ناشتہ کی ضرورت نہیں ہے ہمیں اجازت دیجئے۔ آپ نے نہ ناراضگی کا اظہار کیا اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ کی، بلکہ پانی منگوا کر پی لیا اور اس کی شرمندگی کو زائل کیا۔ اتنے میں اس کا لڑکا ناشتہ لے کر آ گیا اس نے لڑکے کو ڈانٹا، آپ نے منع کر دیا اور سواری میں بیٹھ کر ہی اسکی دلجوئی کی خاطر اس میں سے تھوڑا سا نوش فرمایا۔

اسی طرح وفات سے تقریباً ڈھائی ماہ قبل ہمارے علاقہ کے ایک مشہور گاؤں دوتائی میں آپ کا ''اصلاح معاشرہ'' کے تعلق سے سفر ہوا آپ کی آمد کی خبر سن کر قرب و جوار کے لوگ حاضر ہوئے جس مسجد میں پروگرام تھا وہ کھچا کھچ بھر گئی آپ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا پچھلی صف میں جگہ ہے۔ وہیں تشریف فرما ہو گئے۔ لوگوں کو پھاند کر آگے نہیں گئے۔

ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ العالی رکن شوریٰ آپ کے مہمان خانہ میں تشریف لائے آپ نے انہیں کرسی پر جگہ دی اور خود نیچے بیٹھ گئے۔

راقم الحروف کے گاؤں بدرکھہ ضلع ہاپوڑ کے کچھ اسفار اور غریب خانہ پر آمد

احقر کی طالب علمی کا زمانہ تھا میں ۲۰۱۴ میں ہفتم میں حضرت سے مشکاۃ شریف (کتاب الزکاۃ سے) پڑھتا تھا، حضرت شفقت نظر فرماتے تھے، میرا خدمت اقدس میں جانے کا معمول تھا اسی زمانہ میں ہمارے گاؤں بدرکھہ میں مدرسہ کی سنگ بنیاد کا مسئلہ تھا، حضرت نے اپنی تاریخ دیکر ہم سب اہل بستی پر احسان فرمایا، آپ تشریف لائے، گاؤں والوں میں حضرت کے تئیں جوش و جذبہ تھا تقریباً پانچ کلومیٹر سے آپ کا پر جوش استقبال کیا، حضرت نے اولاً جامع مسجد میں جمعہ کی

نماز پڑھائی پھر سنگ بنیاد رکھی۔

میرے والد کی درخواست

میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے خصوصی ملاقات کی اور حضرت سے میرے بارے میں درخواست کی کہ اس بچے کی آپ سرپرستی فرمائیں۔آپ نے اس درخواست کو قبول فرما کر مجھ پر اور میرے مشفق والد محترم پر احسان کیا اور اس کو ذمہ دارانہ انداز میں ادا بھی کیا، غلطی پر تنبیہہ، بے اصولی پر ڈانٹ ڈپٹ فرماتے ایک مرتبہ ''عربی ادب'' کے سال ''اسالیب الانشاء'' کے سبق میں قصداً کوتاہی ہوگئی، حضرت کو اس کا پتہ چل گیا تو ایسی تنبیہ کی کہ وہ الفاظ میرے کانوں میں آج بھی گونج رہے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی کام کیلئے مغرب بعد آنے کا حکم دیا، میں وقت مقررہ پر پہنچ تو گیا لیکن دیکھا کہ مہمان بیٹھے ہوئے ہیں واپس چلا گیا عشاء کے بعد آیا تو کہا مغرب بعد کیوں نہیں حاضر ہوئے؟ جو وقت دیا جائے اس کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ ان دونوں واقعوں نے وقت کی قدر دانی اور کام میں مستعدی سکھادی۔

نمایاں کارنامہ انجام دینے پر حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔۲۰۱۶ء میں محاضرات علمیہ کے سالانہ امتحان میں احقر نے دوم پوزیشن حاصل کی، آپ اسی شعبہ کے نگران اعلی تھے، آپ نے بلا کر خود بتایا کہ مولوی ابرار تمہاری دوم پوزیشن آئی ہے۔آپ کی زبان سے یہ کلمات سن کر جو خوشی و مسرت ہوئی الفاظ اس کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ نیز تکمیل افتاء کے انتخاب پر بھی آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

مسجد عثمان غنی کا سنگ بنیاد اور نام تجویز فرمایا

گاؤں بدرکھہ میں حضرت کا دوسرا یادگار سفر تقریباً ۲۰۱۸ء میں ہوا۔اہل بستی نے حضرت کی آمد کی ذمہ داری احقر کے ذمہ ڈالدی۔میں نے رابطہ کیا اور مسجد کے سنگ بنیاد کے بارے میں بتایا، حضرت کی تواضع کا یہ عالم کہ فون پر ہی تاریخ مقرر کر دی، اگرچہ درمیان میں کچھ ناگفتہ بہ حالات پیش آئے، جن کی وجہ سے آپ کی آمد مشکوک ہوگئی۔لیکن اللہ نے حالات کو معمول پر کیا اور متعینہ تاریخ پر حضرت نے مسجد عثمان غنی کی بنیاد رکھ کر دعا فرمائی اور پانچ سو روپئے سے مسجد کی امداد کی۔

گاؤں کے لوگ مسجد کا نام ''نبی بخش'' رکھنا چاہتے تھے حضرت نے مسکرا کر کہا مسجد کا نام ''عثمان غنی'' رکھو یہی نام تجویز ہوگیا۔اس کی بھی وضاحت کی کہ یہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام پر ہے میرے نام پر نہیں ہے۔

اصلاح معاشرہ کے تعلق سے بدرکھہ کا سفر

حضرت الاستاذ کی آمد سے اہل بستی بار ہا مستفیض ہوتے رہے ہیں، چونکہ آپ کی خاص توجہات اور عنایتیں تھیں،

آخری سفر ۲۰۲۱ء میں اصلاح معاشرہ کے تعلق سے ہوا۔ ڈاکٹر محمد ساجد صاحب کی دعوت پر آپ تشریف لائے۔ (ڈاکٹر صاحب کے والد ڈاکٹر محمد شاکر صاحب (مرحوم) کے حضرت سے گہرے تعلقات تھے، جب حضرت قاری صاحب تدریسی خدمات جامع مسجد امروہہ میں انجام دے رہے تھے تو خوب آنا جانا تھا، جب بھی دیوبند تشریف لے جاتے ضرور ملاقات فرماتے تھے۔

پروگرام کی کچھ جھلکیاں

حضرت استاذ محترم وقت کے پابند اور وعدے کے پکے تھے۔ پروگرام بعد نماز مغرب متصلاً تھا، لیکن حضرت عصر کی نماز سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل تشریف لے آئے، ڈاکٹر صاحب کے مکان پر قیام فرمایا نماز عصر کی مسجد میں باجماعت ادا کی، پھر آرام فرمایا۔ اس دوران بندے کو خدمت کا موقع بھی میسر آیا۔ پر یہ نہ معلوم تھا کہ یہ آخری موقع ہے۔ پھر آپ کی خدمت اقدس میں حاضری نصیب نہ ہوگی۔ مخدوم محترم داعی اجل کو لبیک کہہ دیں گے اور یہ بندۂ ناچیز اپنے سرپرست، مشفق ومربی استاذ ولی کامل شیخ سے محروم ہو جائے گا۔ اسکے بعد نماز مغرب میں امامت کے فرائض آپ نے انجام دئے۔ سلام کے بعد ماسٹر منصور صاحب نے مختصراً حضرت کا تعارف کرایا۔ نماز سے فراغت کے بعد احقر نے اصلاح معاشرہ کمیٹی اور اسکے مقاصد کی وضاحت کی اور حضرت کو بیان کے لئے دعوت دی۔

حضرت کے بیان کی کچھ یادیں

حضرت نے اس بیان میں خصوصاً نکاح کو موضوع بحث بنایا۔ نکاح کو آسان بنانے کی تلقین فرمائی، رسم ورواج کو ختم کرنے کی ہدایت دی، جہیز وتلک جیسی رسموں کی سنگینی اور تباہ کاریوں سے آگاہ کرایا۔ نوجوانوں میں پھیلی ہوئی فیشن پرستی اور فضول خرچی اور بیجا اسراف سے ڈرایا۔ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بے راہ روی اور ارتداد پر افسوس کا اظہار کیا، علماء اور مساجد کے ائمہ کو متحرک اور فعال ہو جانے پر ابھارا، انبیاء کے واقعات اور آیات قرآنیہ سے اپنے بیان کو مزین فرمایا۔ تقریباً سوا گھنٹہ آپ نے بیان فرمایا۔ بیان کے آخر میں ''اصلاح معاشرہ کمیٹی'' کی طرف سے تیار کردہ مختلف عناوین پر رسالے تقسیم کئے گئے اور یہ ہدایت دی گئی کہ خود بھی پڑھیں اور ہر شخص کم از کم دس لوگوں کو پڑھ کر سنائے اور ایک رسالے کی کم از کم دس فوٹو کاپی کرا کر لوگوں میں تقسیم کی جائیں۔

پھر بالکل آخر میں دعا سے قبل مسلم پرسنل لاء بورڈ کی طرف سے شائع کردہ ایک پمفلٹ جو معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور رسم ورواج کے خاتمے، نکاح کو آسان بنانے اور زائد رسومات سے بچنے کی ہدایت پر مشتمل تھا، پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ ذمہ داری حضرت نے احقر کو دی تھی۔ یہ پمفلٹ ''اقرار نامہ'' ہندوستان کے مایہ ناز علماء اور دانشوران قوم کے دستخط سے موئد تھا۔

غریب خانہ پر آپ کی آمد

آپ سے گھر آنے کی درخواست کی گئی۔آپ نے اسے قبول فرمایا، گھر میں خوشی کا ماحول پیدا ہوگیا، بچے، بڑے سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، پڑوسی، دوست واحباب کا جم گھٹا لگ گیا۔ ہر ایک آپ کی آمد کا منتظر تھا۔ڈاکٹر ساجد صاحب کے یہاں سے فارغ ہوکر حضرت الاستاذ اور حضرت قاری شوکت علی صاحب مہتمم اعزاز العلوم ویٹ پہلے مسجد عثمان غنی تشریف لے گئے۔ وہاں مختصر اور جامع نصیحت فرمائی پھر یہ دونوں بزرگ غریب خانہ پر تشریف لائے اور گھر کو اپنے انوار و برکات سے مزین فرمایا، ان دونوں شخصیتوں کو گھر پر دیکھ کر جو دل وروح کو سکون ملا وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

تقریباًرات کو گیارہ بجے حضرت دارالعلوم دیوبند کیلئے روانہ ہوگئے، گاؤں میں جو لوگوں کا جم گھٹا تھا وہ منتشر ہوگا۔

ازدواجی زندگی

۱۹۶۶ء میں آپ ازدواجی زندگی سے منسلک ہوئے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کی صاحبزادی سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نکاح پڑھایا۔

اولادواحفاد

آپ کو اللہ تعالی نے دوسعادت مند، قابل رشک، نیک خصلت صاحبزادے اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی، بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ومفتی سید محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم منصور پوری ہیں، جو جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں مسند حدیث کو زینت بخشتے ہوئے ہیں اور فقہ وفتاوٰی کے تعلق سے بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کے مدیر اور دودرجن سے زائد علمی، فقہی، اصلاحی، اخلاقی اور دعوتی کتابوں کے مصنف ہیں۔اپنی تقریر اور خطبات کے ذریعہ علماء وعوام کی اصلاح کا کام بھی انجام دے رہے ہیں۔قرب وجوار اور ملکی سطح پر ہونے والے دینی و اصلاحی پروگرام میں بھی بکثرت شرکت فرماتے ہیں۔

دوسرے صاحبزادے مفتی سید محمد عفان صاحب مدظلہ العالی ہیں، جنہوں نے اپنی تعلیمی منازل دارالعلوم دیوبند میں طے کیں نمایاں طلبہ میں آپ کا شمار تھا۔تکمیلات وتخصصات سے فراغت کے بعد چار سال جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔۱۴۳۰ سے جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھا رہیں ہیں۔مسند حدیث کی زینت اور ادارہ کے صدر المدرسین بھی ہیں۔آپ ایک باکمال، شیریں زبان مقرر وخطیب بھی ہیں۔

آپ کے گھرانے کا قرآن کریم سے شغف

آپ کا پورا گھرانہ دیندار اور قرآن کریم سے خاص شغف رکھتا ہے۔ تلاوت کام اللہ کا ایک خاص معمول ہے اس کے انوار و برکات سے مستفید ہورہا ہے۔ حفاظ و علماء بکثرت ہیں آپ خود ایک جید عالم دین، حافظ قرآن اور شاندار قاری تھے۔ آپ کی اولاد اور پسماندگان میں دو بیٹے، ایک بیٹی، ایک نواسہ، دو نواسی، چار پوتے اور ایک پوتی یعنی کل گیارہ حفاظ کرام موجود ہیں۔

وفات

حضرت امیر الہند رابع سید قاری محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حادثۂ وفات ایسے وقت میں ہوا جب امت مسلمہ کو آپ کی شدید ضرورت تھی۔ خصوصاً ہندوستان کو جمعیۃ علماء ہند اور دارالعلوم دیوبند امارت شرعیہ اور شعبہ تحفظ ختم نبوت کو ان کی خدمات جلیلہ اور ذمہ داریوں کی سخت ضرورت تھی۔ آپ کے چلے جانے سے ایک خلا پیدا ہوا ہے۔ جس کا بھرنا بڑا مشکل ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے جو آیا ہے اس کو جانا ہے۔ بڑے ہمیشہ نہیں رہتے، ہاں بڑوں کی عادات، صفات اور خوبیاں رہ جاتی ہیں۔ جو بعد میں آنے والوں کیلئے مشعل راہ بنتی ہیں۔ اور چھوٹوں کو بڑا بناتی ہیں۔ ''کبـــــرنـــا مـــوت الـــکبـــــرا'' اِس لئے ان کی خدمات کو اپنے لئے رہنما بنا کر اسی حوصلہ اور جذبہ کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئے۔ ان کے کارناموں سے روشنی حاصل کریں اور اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں اور آگے بڑھیں۔

علالت اور داغ مفارقت

۱۷ رمضان ۱۴۴۲ھ میں آپ کو نزلہ بخار کی شکایت ہوئی، ابتداء دیوبند میں ہی معالج کے مشورہ سے دوا لیتے رہے۔ ۲۴ ویں شب میں طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو احتیاطاً آکسیجن کا سہارا لینا پڑا، آپ روبصحت تھے، لیکن کچھ دن بعد طبیعت زیادہ بگڑنے لگی تو گڑگاؤں کے مشہور ''میدانتا'' ہسپتال میں داخل کرادیا گیا، آپ کے دونوں فرزندار جمند نے جس اخلاص اور مستعدی سے تیمارداری کی وہ ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔

بالآخر ۹ رشوال المکرّم ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ بوقت تقریباً ڈیڑھ بجے دوپہر ۷۶ سالہ عمر میں بے داغ اور انتہائی پاکیزہ زندگی گزارنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے آپ نے اپنی جان جان آفریں کے حوالے کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالی آپ کی بے لوث خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے، درجات کو بلند فرمائے، کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

جان کر من جملہ خاصانہ مے خانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے
انفاس کی خوشبو تیری آتی ہی رہے گی
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

نماز جنازہ

حضرت والا نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میدانتا اسپتال دہلی میں گزارے، تقریباً دو ہفتوں سے زائد ایام وہاں زیر علاج رہے وہیں آپ کی روح قفص عنصری سے پرواز کرگئی، وصال کے بعد آپ کی میت کو مرکزی دفتر جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی مے لایا گیا، غسل وتکفین سے فراغت کے بعد اولاً آپ کی نماز جنازہ بعد نماز عصر دفتر کے احاطہ میں مسجد عبد النبی کے امام مولانا کلیم الدین صاحب نے پڑھائی، ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت فرمائی، پھر آپ کا جنازہ دار العلوم دیوبند میں آپ کی قیام گاہ پر لایا گیا، متعلقین اور اعزاء وا قاریب نے زیارت کی، اس کے بعد میت کو احاطہ مولسری میں لایا گیا اور حاضرین نے نم آنکھوں اور حسرت بھری نگاہوں سے حضرت کا آخری دیدار کیا اور تقریباً گیارہ بجے رات کو دوبارہ نماز جنازہ ادا کی گئی، جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے نماز پڑھائی، ایک جم غفیر نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور میت کو ''قاسمی قبرستان'' میں لے جایا گیا، اتنی بھیڑ تھی کہ قبرستان تک لے جانے میں تقریباً پینتالیس منٹ کا وقت لگا، آپ کے دونوں صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری اور حضرت مولانا مفتی سید محمد عفان صاحب منصور پوری نے اپنے مشفق ومربی والد صاحب علیہ الرحمہ کو قبر میں اتارا اور نم آنکھوں سے آپ کو سپرد خاک کیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ایک شرعی مسئلہ کی وضاحت

کیا دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟ یہ بات لوگوں کے درمیان موضوع بحث بنی ہوئی ہے چونکہ حضرت قاری صاحبؒ کے نماز جنازہ دومرتبہ ہوئی۔

جنازہ میں حکم یہ ہے کہ اگر ولی میت نے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ہی اس کی اجازت سے پڑھی گئی بلکہ ایسے لوگوں نے پڑھی جن کو حق تقدم حاصل نہ تھا، ولی میت دوبارہ پڑھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی شریک ہو سکتے ہیں

جنہوں نے پہلے نہ پڑھی ہو، الغرض اصل تو یہی ہے کہ نماز ہ جنازہ میں تکرار نہیں البتہ بعض صورتوں میں ولی میت کو پڑھنے کی اجازت ہے۔

ولا یصلی علی میت الا مرۃ واحدۃ والتنفل بصلاۃ الجنازۃ غیر مشروع، کذا فی الایضاح. ولا یعید الولی ان صلی الامام الاعظم او السلطان او الوالی او القاضی او امام الحی، لان ھؤلاء اولی منہ وان کان غیر ھولاء ان یعید، کذا فی الخلاصۃ الخ. (الفتاویٰ الھندیۃ ۱/۱۶۳،۱۶۴، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت، ۱/۱۶۳،۱۶۴)

راقم الحروف:
محمد ابرار القاسمی بدرکھاوی، ضلع ہاپوڑ، یوپی، الہند
۱۹/ شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ
مطابق: یکم جون ۲۰۲۱ء بروز سہ شنبہ

